ترجمہ وتلخیص

محدثین کے نزدیک علم الاسناد کی اہمیت

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

مترجم: محمد رضی الاسلام ندوی

عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے "آفۃ الاخبار رواتہا" یعنی خبروں کی بے اعتباری ان کو بیان کرنے والوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ بالکل صحیح بات اور ثابت شدہ قضیہ ہے۔ لوگ خواہ کہیں کے رہنے والے ہوں، کسی مذہب کے پیرو ہوں اور کیسی ہی ثقافت کے حامل ہوں لیکن وہ جھوٹے شخص کی خبر پر اعتماد نہیں کرتے اور اس کی روایات اور اقوال پر اطمینان کا اظہار نہیں کرتے، خواہ انھیں معلوم ہو کہ وہ کبھی کبھی سچ بولتا ہے۔ جبکہ وہ سچ بولنے والے شخص کی خبر کو قبول کر لیتے ہیں اور اس کی روایات کی تصدیق کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ سچ بولنے والا بھی کبھی کبھی خطا کر جاتا ہے یا اسے وہم ہو جاتا ہے یا وہ جھوٹ بول جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ خبر، روایت یا حدیث میں جھوٹ، وہم یا غلطی واقع ہونے کا اصل سبب اس کا راوی یا ناقل ہوتا ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی روایت جھوٹی اور کوئی خبر غلط ہو اور اس میں اس کے راوی یا ناقل کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ محدثین کرام نے احادیث نبوی کے مطالعہ کا جو طریقہ کار اپنایا تھا وہ بالکل مبنی برصواب تھا۔ انھوں نے مطالعۂ متن سے زیادہ مطالعۂ سند پر توجہ دی۔ اس لیے کہ جب کسی حدیث کی صحت اس کے راوی کی صداقت کی رہینِ منت ہوتی ہے تو اس کے احوال کی تفتیش و تحقیق ازحد ضروری ہو جاتی ہے۔

مطالعۂ اسانید کی جانب محدثین کی توجہ

محدثین نے صحیح احادیث اور گھڑی ہوئی روایات کے درمیان امتیاز کرنے اور

ان کے صدق اور کذب کو پرکھنے کے لیے اسناد کے مطالعہ پر بہت زیادہ توجہ دی ہے اور اس کا خوب اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس عمل کو دین و شریعت کے تقاضوں میں سے قرار دیا ہے۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: "اسناد دین کا جزء ہے۔ اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو کوئی شخص جو چاہے کہتا رہے"[۱۹] امام سفیان ثوریؒ کے نزدیک اسناد کی وہی اہمیت ہے جو ایک فوجی کے ہاتھ میں اسلحہ کی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں: "اسناد مومن کا ہتھیار ہے۔ اگر یہ ہتھیار اس کے پاس نہ ہو تو آخر وہ کس چیز سے جنگ کرے گا"[۲۰] حضرت اعمشؒ کے سامنے جب کوئی شخص بغیر سند کے حدیث بیان کرتا تو فرماتے "اصل مال تو ابھی رہ گیا حدثنی فلان قال حدثنا فلان عن فلان"[۲۱] حضرت شعبہؒ بلا سند احادیث کو ایسے کھانے سے تشبیہ دیتے تھے جس سے کھانے والے کو آسودگی نہیں ہوتی۔ فرماتے تھے: جس حدیث میں اخبرنا اور حدثنا نہ ہو وہ سرکہ اور سبزی کے مثل ہے"[۲۲] ایک دوسرے موقع پر انھوں نے فرمایا: "جس حدیث کے ساتھ حدثنا اور اخبرنا نہ ہو اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو بیابان میں ہو اور اس کے ساتھ ایک بے نکیل کا اونٹ ہو"[۲۳]

امام زہریؒ بغیر اسناد کے حدیث بیان کرنے کو بارگاہ الٰہی میں جسارت سے تعبیر کرتے تھے۔ عتبہ بن ابی حکیم بیان کرتے ہیں کہ وہ اسحاق بن ابی فروہ کے پاس تھے۔ اس مجلس میں امام زہری بھی تھے۔ ابن ابی فروہ کہنے لگے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زہری نے انھیں ٹوکا اور فرمایا: "اے ابن ابی فروہ تمہیں کس چیز نے اللہ کے مقابلے میں اتنا جری بنا دیا ہے کہ تم بغیر سند کے احادیث بیان کر رہے ہو؟ تم ہمارے سامنے ایسی احادیث بیان کر رہے ہو جن کی کوئی نکیل نہیں ہے"[۲۴] امام زہری جب کوئی حدیث روایت کرتے تو پہلے سند بیان کرتے اور فرماتے: "چھت پر بغیر سیڑھی کے نہیں چڑھا جا سکتا"[۲۵] امام شافعی کا قول ہے: "جو شخص بلا دلیل علم (حدیث) حاصل کرتا ہے اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو رات کے وقت اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھر لادے ہو، اس نے لکڑی کے دھوکے میں سانپ کو بھی گٹھر میں باندھ لیا ہو اور وہ ناگہانی طور پر اسے ڈس لے"[۲۶] قعنبی (م ۲۲۰ھ) کے درج ذیل اشعار سے بھی علم الاسناد کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

اذا لم یکن خبر صحیح   عن الاشیاخ متضح الطریق

فلا ترفع بہ رأسا ودعہ   فانی ناصح لک یا صدیقی

واسقاط المشائخ من حدیث　　اشد علیّ من ثکل الشقیق
ومافی الارض خیر من حدیث　　له نور باسناد وثیق[۹]

(ترجمہ) اگر کوئی روایت راویوں سے صحیح اور واضح طریقے پر مروی نہ ہو تو ایسی روایت پر دھیان نہ دو اور اسے ترک کر دو۔ یہ میری نصیحت ہے تمہارے لیے اے میرے دوست، حدیث سے راویوں کو ساقط کر دینا مجھ پر سگے بھائی کی موت سے زیادہ گراں گزرتا ہے۔ روئے زمین پر اس حدیث سے بہتر کوئی چیز نہیں جو کسی مضبوط سند سے منوّر ہو۔

مذکورہ بالا اقوال سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ محدثین کرام کے نزدیک مطالعۂ اسناد کی کتنی اہمیت تھی اور وہ اس جانب کتنی توجہ دیتے تھے۔ امام سخاویؒ نے اس علم کی اہمیت پر یوں روشنی ڈالی ہے:

"اس فن کا دین میں اہم مقام ہے اور مسلمانوں کے لیے اس کی اہمیت ابتداء سے واضح ہے۔ اس سے بے اعتنائی نہیں برتی جا سکتی۔ خاص طور پر اس صورت میں جبکہ اس سے مقصود راویوں کی تحقیق اور ان کے ماضی حال اور مستقبل کے حالات کی تفتیش ہے۔ اس لیے کہ اعتقادی احکام اور فقہی مسائل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے ماخوذ ہیں۔ ان کو نقل کرنے والے ہمارے اور آپ کے درمیان واسطہ ہیں۔ اس لیے ان کا تعارف ضروری ہے اور ان کے احوال زندگی سے واقفیت ناگزیر ہے۔ اسی لیے علمائے حدیث نے ہر زمانہ میں اس علم میں دلچسپی لی ہے"[۱۰]

اگرچہ گولڈزیہر (GOLD ZIHER) اور بعض دیگر مستشرقین نے مطالعۂ اسانید کا اس قدر اہتمام کرنے پر علمائے حدیث کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے لیکن بہت سے اہل علم ایسے بھی ہیں جو اسے امت مسلمہ کا ایک قابل فخر کارنامہ اور ایک امتیازی خصوصیت تصور کرتے ہیں۔ امام ابن حزمؒ نے فرمایا ہے: "ثقہ راویوں کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت امت مسلمہ کی ایسی خصوصیت ہے جو اسے دیگر تمام قوموں سے ممتاز کرتی ہے"[۱۱] ابن صلاحؒ فرماتے ہیں: "علم الاسناد اس امت کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے"[۱۲]

ابن قتیبہؒ کا قول ہے: "کسی قوم کے پاس ایسا علم نہیں جیسا امت مسلمہ کے پاس ہے یعنی علم الاسناد"[۱۳]
اس چیز کا اعتراف مشہور مستشرق اسپرنگر کو بھی ہے۔ کہتا ہے: "امت مسلمہ کی عظمت اس بات سے ظاہر ہے کہ اس نے اپنے علماء اور خاص طور پر محدثین کی سیرت وسوانح کو محفوظ رکھا ہے۔ دنیا میں اور کوئی قوم ایسی نہیں جس نے اپنے اہل علم کے حالات زندگی کو محفوظ رکھنے کا اس قدر اہتمام کیا ہو"[۱۴]

علماء حدیث کو راویوں کی تحقیق اور روایتوں کی تفتیش کی تحریک درج ذیل ارشاد باری سے ملی ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ	اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اگر کوئی فاسق
بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ	تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق
فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ	کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ
(الحجرات: ٦)	نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرنے لگے"[۱۵] حضرت ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "اس حدیث میں آدمی کو تنبیہ کی گئی ہے کہ کوئی بات سنے تو اسے اس وقت تک دوسرے سے بیان نہ کرے جب تک کہ اسے اس کی صحت کا یقین نہ ہو جائے"[۱۶]

علم الاسناد کا آغاز

اسناد کے بارے میں دلچسپی اور اہتمام اور اس کی تحقیق و تفتیش کا آغاز اسلامی تاریخ کے ابتدائی عہد ہی سے ہو گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے چھ سال بعد فتنہ کا آغاز ہوا۔ یہاں تک کہ خود حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے۔ اس فتنہ کے ساتھ ہی مختلف و متضاد سیاسی آراء و افکار ظاہر ہونے لگے تھے۔ اس کے نتیجہ میں حدیث میں کذب بیانی سے کام لیا جانے لگا۔ ہر ایک اپنے نظریہ کی تائید اور اپنے مسلک کی تقویت کے لیے حدیث کا سہارا لینے کی کوشش کرتا تھا۔ جب علماء نے یہ صورت حال دیکھی تو انھوں نے یہ تحقیق شروع کر دی کہ حدیث کا مصدر و ماخذ کیا ہے؟ اور وہ کون لوگ ہیں جو اس کے نقل و روایت میں شریک ہیں؟ اس سلسلہ میں مشہور تابعی محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں: "پہلے اسناد کے

بارے میں دریافت نہیں کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب فتنہ کا آغاز ہوگیا تو دیکھا جانے لگا کہ احادیث روایت کرنے والوں میں سے کون اہل سنت میں سے ہے اور کون اہل بدعت میں سے ہے؟ جو لوگ اہل بدعت میں سے ہوتے ان کی مروی احادیث ترک کر دی جاتی تھیں[۱۷]۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت مجاہدؒ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "بشیر عدوی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں آیا اور حدیثیں بیان کرنے لگا۔ حضرت ابن عباس نے اس کی طرف التفات کیا نہ اس کی حدیثوں کی طرف دھیان دیا۔ اس نے کہا: اے ابن عباس کیا بات ہے آپ میری حدیثیں نہیں سن رہے ہیں؟ میں آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کر رہا ہوں اور آپ متوجہ نہیں ہو رہے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: "ایک زمانہ تھا کہ کوئی شخص ہمارے سامنے کہتا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہماری نگاہیں اس کی جانب اٹھ جاتی تھیں اور ہم اس کی بات پر کان لگا لیتے تھے۔ لیکن جب لوگ نشیب و فراز سے گزرے تو ہم نے صرف انہی لوگوں سے احادیث لیں جنھیں ہم جانتے تھے"[۱۸]۔

یحییٰ بن سعید قطانؒ فرماتے ہیں: "اسناد کی تفتیش سب سے پہلے سید التابعین عامر شعبیؒ (۱۷-۱۰۶ھ) نے کی۔ ربیع بن خیثم نے ان کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو انھوں نے سوال کیا "تم سے یہ حدیث کس نے بیان کی؟ ربیع نے جواب دیا: عمرو بن میمون نے۔ ربیع نے مزید کہا کہ میں نے بھی ان سے دریافت کیا تھا کہ آپ سے یہ حدیث کس نے روایت کی ہے تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ حضرت ابو ایوبؓ نے یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: اسناد کی تفتیش کا یوں آغاز ہوا"[۱۹]۔

صحابہ اور کبار تابعین کے عہد کے بعد جب حدیث میں کذب بیانی عام ہونے لگی اور وقت گزرنے کے ساتھ اس کا دائرہ وسیع ہونے لگا تو اسناد پر مزید زور دیا جانے لگا۔ اب حدیث بیان کرنے والے کے لیے ضروری ہوگیا کہ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی روایت قبول کی جائے اور اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح سمجھا جائے تو اس کی سند بھی ضرور بیان کرے۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: "جب راویوں نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو ہم نے بھی تاریخ (یعنی راویوں کے حالاتِ زندگی) کا فن ایجاد کیا"[۲۰]۔ حفص بن غیاث نے فرمایا: "جب تمھیں کسی راوی کے جھوٹے ہونے کا شبہ ہو تو اس کا حساب سالوں کے ذریعہ لگاؤ۔

یعنی حساب لگاؤ کہ اس نے وہ حدیث اپنے شیخ سے کب سنی ہے؟ مثلاً اسماعیل بن عیاش فرماتے ہیں: میں عراق گیا تو وہاں بعض لوگوں نے مجھ سے بتایا کہ یہاں ایک شخص ہے جو خالد بن معدان کے واسطے سے حدیث روایت کرتا ہے میں اس کے پاس گیا اور اس سے دریافت کیا: تم نے خالد بن معدان سے کب روایت لی ہے؟ اس نے جواب دیا: ۱۱۳ھ میں۔ میں نے کہا: گویا تمہارا دعویٰ ہے کہ تم نے خالد بن معدان سے ان کی وفات کے سات سال بعد حدیث کی سماعت کی ہے (کیونکہ خالد کی وفات تو ۱۰۶ھ میں ہوگئی تھی)[۲۱] ابوعبداللہ حاکمؒ فرماتے ہیں: "ہمارے پاس ابوجعفر محمد بن حاتم آئے اور عبد بن حمید کے واسطے سے حدیث بیان کرنے لگے۔ میں نے ان سے ان کی تاریخ پیدائش معلوم کی۔ انھوں نے بتایا: ۲۶۰ھ۔ میں نے اپنے اصحاب سے کہا: گویا ان حضرت نے عبد بن حمید سے ان کی وفات کے تیرہ سال بعد حدیث سنی ہے۔"[۲۲]

اسناد کی تحقیق صرف اہل علم تک محدود نہ تھی بلکہ عام لوگ بھی کسی بات کی صحت جاننے کے لیے سند دریافت کیا کرتے تھے۔ اس کا ثبوت ایک واقعہ سے ملتا ہے: ایک اعرابی نے حضرت سفیان بن عیینہؒ کی مجلس میں حاضر ہوکر ایک مسئلہ دریافت کیا: ایک عورت مناسک حج ادا کررہی ہے۔ طواف سے قبل ہی اسے حیض آجائے تو وہ کیا کرے؟ سفیان نے جواب دیا: وہ سارے کام کرے جو ایک حاجی انجام دیتا ہے۔ صرف طواف نہ کرے۔" اعرابی نے دریافت کیا: کیا کوئی نمونہ ہے؟ فرمایا: ہاں حضرت عائشہ کو طواف سے قبل حیض آگیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ طواف کے علاوہ وہ سارے مناسک ادا کریں جو حاجی انجام دیتا ہے۔ اعرابی نے پھر پوچھا یہ بات آپ تک کیسے پہنچی؟ سفیان نے جواب دیا: مجھ سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا۔ انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کی ہے۔ اعرابی نے کہا: آپ نے بہت اچھی مثال پیش کی اور خوب وضاحت سے اس روایت کو دوسروں تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ آپ کو اجر سے نوازے۔"[۲۳]

امام مالکؒ فرماتے ہیں: "یہ علم (یعنی علم الاسناد) دین ہے۔ لہٰذا دیکھو کہ تم کس سے اپنا دین اخذ کررہے ہو۔ میں نے ستر ایسے لوگوں کو پایا ہے جو حدیثیں بیان کرتے

تھے لیکن میں نے ان سے کوئی حدیث قبول نہیں کی[۲۴] محدثین اس شخص کا ہر پہلو سے جائزہ لیتے تھے جو حدیث بیان کرتا تھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: "ابن سیرینؒ، ابراہیم نخعیؒ اور بعض دیگر تابعین صرف اسی شخص کی روایات قبول کرتے تھے جو معروف ہو اور اس کا حافظہ صحیح ہو۔ میں نے نہیں پایا کہ حدیث کا علم رکھنے والا کوئی شخص اس مسلک سے اختلاف رکھتا ہو"[۲۵]

ابراہیم بن حبیش کا شعر ہے:

یا طالبی العلم والروایات   ان الروایات ذا آفات

لا تاخذوا العلم عن اخی تهم   الا عن الحائز الشهادات

اذا رضیتم منه الامانة والد ..... ین له طوقوا الامانات[۲۶]

(ترجمہ: اے حدیث اور روایات کا علم حاصل کرنے والو، روایات میں کچھ نقائص ہوتے ہیں۔ اس علم کو کسی متہم شخص سے حاصل نہ کرو بلکہ اسی شخص سے حاصل کرو جس کا علم و فضل معتبر ہو۔ جو شخص تمہارے نزدیک امانت و دیانت کے لحاظ سے پسندیدہ معیار پر ہو یہ امانت اسی کے سپرد کرو)

اصمعی نے سفیان بن عیینہ کا جو مرثیہ کہا تھا اس میں یہ اشعار بھی ہیں:

من للحدیث عن الزهری یسنده   وللحدیث عن عمرو بن دینار

ما قام من بعده من قال حدثنا   الزهری فی اهل بدو او باحضار[۲۷]

(ترجمہ: اب ان کے بعد زہری اور عمرو بن دینار کے واسطے سے حدیث کی سند کون بیان کرے گا۔ اب ان کے بعد دیہاتوں یا شہروں میں کوئی ایسا شخص نہیں بچا جو کہے: حدثنا الزهری)

اسناد کا ذکر کرنا حدیث کے سلسلے میں اطمینان اور راحت کا باعث ہوتا تھا۔ بہز بن اسد کے سامنے جب کوئی صحیح سند بیان کی جاتی تو فرماتے ہیں: "یہ عادل اور پسندیدہ لوگوں کی، ایک دوسرے کے بارے میں شہادتیں ہیں"[۲۸]

اسناد کی اسی اہمیت، اور اس سے غیر معمولی دلچسپی کی وجہ سے دوسری صدی ہجری کے نصف اوّل میں جن کتب حدیث کی تدوین ہوئی انھیں "مسانید" کا نام دیا گیا۔ ان میں سے بعض کتابیں ہم تک پہنچی ہیں۔ مثلاً مسند معمر بن راشد (م ۱۵۲ھ) اور مسند

ابوداؤد طیالسی (م ۲۰۴ھ) ۔ انہی مسانید پر بعد میں تیسری صدی ہجری میں صحاح ستہ کی بنیاد پڑی۔

حواشی و مراجع

۱ ابن ابی حاتم رازی: کتاب الجرح والتعدیل، القسم الاوّل من المجلد الاول ص: ۱۶، مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء طبع اول، صحیح مسلم، طبع قاہرہ جلد اول ص: ۴۵ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، دار الآفاق الجدید، بیروت ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء ص: ۶

۲ ابن حبان، کتاب المجروحین من المحدثین الضعفاء والمتروکین، تحقیق محمود ابراہیم زاید، دار الوعی حلب، طبع اول ۱۳۹۶ھ جلد اول ص: ۲۷

۳ ابن حبان، حوالہ سابق۔

۴ خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۵۷ھ ص: ۲۸۳

۵ ابن حبان، حوالہ سابق ۱/ ۲۷، ابن عدی، الکامل فی ضعفاء الرجل۔ دار الفکر بیروت طبع دوم ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء جلد اول ص: ۴۸۔

۶ الحاکم، حوالہ سابق ص: ۶

۷ ابن ابی حاتم رازی: حوالہ سابق ۱/۱۶

۸ بیہقی، مناقب الشافعی، تحقیق احمد صقر۔ دار التراث قاہرہ ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء جزء اول ص۲۰

۹ قاضی عیاض، الالماع الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع، تحقیق احمد صقر، دار التراث قاہرہ ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۷۰ء ص: ۱۹۸

۱۰ السخاوی شمس الدین، فتح المغیث، دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع اول ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء جلد ۳ ص: ۲۸۱ - ۲۸۲۔

۱۱ ابن حزم، الفصل فی الملل والاہواء والنحل، مکتبہ الخانجی قاہرہ ۱۳۲۱ھ جلد ۲ ص: ۸۲ خطیب بغدادی، الرحلۃ فی طلب الحدیث، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۷۵ء ص: ۱۶

۱۲ ابن الصلاح۔ مقدمہ، تحقیق محمد راغب طباخ، المطبعۃ العلمیہ حلب، طبع اول ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۱ء ص: ۲۱۵۔

۱۳ المزی: جمال الدین، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، موسسۃ الرسالہ بیروت، تحقیق بشار عواد، طبع دوم ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء جلد ۱/ ص: ۱۶۶

۱۴؎ مقدمہ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر عسقلانی، کلکتہ، ۱۸۵۶ء

۱۵؎ سنن ابی داؤد، طبع قاہرہ ۱۲۸۰ھ جلد/۲ ص: ۲۰۲ - ۲۰۳

۱۶؎ ابن حبان، حوالہ سابق ۱/۷

۱۷؎ ذہبی، میزان الاعتدال، مطبع انوار محمدی دہلی، جلد اوّل ص: ۳-۴

۱۸؎ صحیح مسلم مع شرح النووی۔ جلد اوّل ص: ۴۳

۱۹؎ الرامہرمزی، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، تحقیق دمحمد العجاج الخطیب، دار الفکر بیروت ۱۳۹۱ھ/۱۹۶۱ء جلد اول ص: ۲۰۸ (ربیع بن خثیم کی وفات کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کے عہد ولایت میں ہوئی۔ دیکھئے طبقات بن سعد جلد/۶ ص: ۱۳۴)

۲۰-۲۲؎ ابن الصلاح، حوالہ سابق ص: ۳۸۲۔

۲۳؎ خطیب بغدادی، حوالہ سابق ص: ۴۰۳ - ۴۰۴

۲۴؎ ابن عبدالبر، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، تحقیق مصطفی بن احمد ومحمد عبدالکبیر البکری، المملکۃ المغربیہ، طبع دوم ۱۹۶۷ - ۱۹۸۲ء۔ جلد اوّل ص: ۶۷

۲۵،۲۶؎ خطیب بغدادی۔ حوالہ سابق ص: ۱۳۳

۲۷؎ رامہرمزی، حوالہ سابق ۲/۱۰۱

۲۸؎ ابن عدی، حوالہ سابق ۱/۸۴

(الدراسات الاسلامیۃ۔ اسلام آباد جلد/۲۵۔ شمارہ/۴ شتاء ۱۹۹۰ء)

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی ایک اہم کتاب

ایمان وعمل کا قرآنی تصوّر

الطاف احمد اعظمی

○ ایمان وعمل کے مروجہ تصور کی کمزوریوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ ○ قرآن وسنت کے نقطۂ نظر کی مدلل اور دلنشیں تشریح کرتی ہے ○ ایمان وعمل کے تقاضے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ واضح کرتی ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ خوبصورت سرورق۔ صفحات ۲۸۰ قیمت ۲۵ روپئے لائبریری ایڈیشن ۴۰ روپئے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲